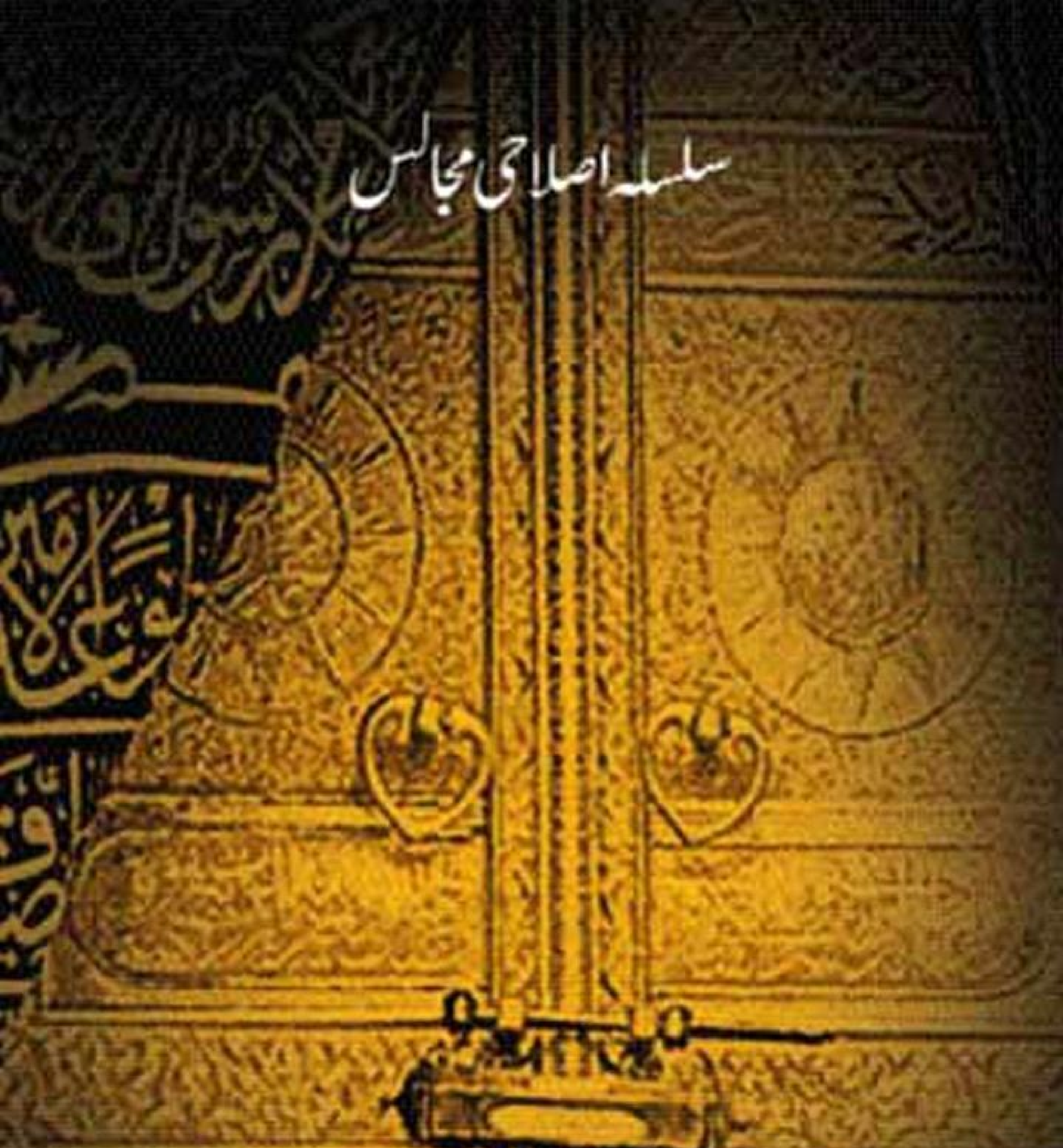
سلسلہ اصلاحی مجالس



توبہ کیسے کریں

حضرت مولانا عبدالستار صاحب زید مجدہم

سلسلہ اصلاحی مجالس

توبہ کیسے کریں؟

حضرت مولانا عبدالستار صاحب زید مجدہم

مکتبہ فہمِ دین (وقف)

❖ نام کتاب: توبہ کیسے کریں؟

❖ وعظ: حضرت مولانا عبدالستار صاحب زید مجدہم

❖ تاریخِ طبع: جمادی الاولیٰ، ۱۴۲۹ ہجری

❖ تعداد: ۱۱۰۰

❖ ناشر: مکتبہ فہمِ دین (وقف) ڈیفنس فیز ۴

ملنے کا پتہ

مکتبہ فہمِ دین (وقف) نزد جامع مسجد بیت السلام ڈیفنس فیز ۴۔ کراچی

فون: 2029184 - 021-4255122

www.fahmedeen.org

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَصُوْحاً﴾ (سورۃ التحریم:۸)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ :

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ ﴾ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ. (مشکوۃ، باب الاستغفار والتوبۃ، ص۲۰۶)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

میرے معزز مسلمان بزرگو اور امت مسلمہ کی مقدس ماؤں اور بہنوں!

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا﴾ (سورۃ التحریم:۸)

اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔

عربی زبان میں خالص شہد کو جس کے اندر کوئی ملاوٹ باقی نہ رہے ﴿عَسَلٌ نَاصِحٌ﴾ کہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ خالص اللہ کے بن جاؤ اس طرح کہ پھر کوئی ملاوٹ باقی نہ رہے۔ عربی زبان میں ﴿ نَصَاحَۃُ الثَّوْبِ﴾ ایسے کپڑے کے

بارے میں کہتے ہیں جو پھٹ جائے پھر اسے سی لیا جائے اور اس کی مرمت کر دی جائے، گویا اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ایمان والو! اللہ سے ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے جوڑ لو۔ اپنی ایمانی زندگی کے اندر جو شگاف پیدا ہو گیا ہے اسے پر کرنے کے لئے ایسی توبہ کر لو کہ اس کی مرمت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر گناہ کا میلان اور رجحان رکھا ہے لیکن بہترین انسان وہی ہے کہ جو خطا کرنے کے بعد اس پر شرمندہ ہو، نادم ہو اور اسے آئندہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ معافی مانگے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

﴿ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ ﴾

(مشکوٰۃ، باب الاستغفار والتوبہ، ص: ۲۰۴)

سارے بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بار بار توبہ کرتے ہیں۔

گناہ گاروں کی اقسام

گناہ گاروں میں تین مختلف اقسام کے انسان شامل ہیں۔

❖ ایک انسان تو وہ ہے جو گناہ کرتا ہے اور سرے سے گناہ ہی کا انکار کرتا ہے کہ میں نے گناہ نہیں کیا، یہ کوئی گناہ تھوڑی ہے۔

❖ دوسرا انسان وہ ہے جو گناہ کرتا ہے اور اس گناہ کو جائز بنانے کے لئے بہانے تلاش کرتا ہے۔ مانتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے لیکن بہانے بناتا ہے کہ یہ وجہ ہے، یہ وجہ ہے۔ شیطان نے بھی نافرمانی کا بہانہ بنایا تھا، فلسفہ بنایا تھا، کہانی گھڑ لی تھی۔

❖ تیسری قسم کا انسان وہ ہے جو گناہ کرتا ہے اور اقرار کر لیتا ہے، اقراری مجرم بن جاتا ہے، اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی

توانہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اللہ کے سامنے انتہائی بے بسی کے ساتھ روئے اور کہا: اے اللہ! آپ ہی بتایئے کہ میں آپ سے معافی کیسے مانگوں؟ کتنا بے بسی کا انداز ہے کہ اب آپ کو کیسے مناؤں؟ آپ جس چیز سے راضی ہوں گے وہ مجھے بتادیں میں آپ کو راضی کرنے کے لئے اسے کروں گا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس قسم کی بے بسی کے اظہار کے ساتھ اللہ سے اس کے منانے کا طریقہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے وہ کلمات اور الفاظ خود ہی سکھادیئے کہ ان الفاظ کے ساتھ مجھے منایا کرو۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَا بَ عَلَیْهِ﴾ (سورۃ البقرہ:۳۷)

پھر آدم نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں، تو اللہ اس پر متوجہ ہوگیا۔

اور کلمات کیا سکھائے کہ آدم کی اولاد کو گناہ سے نجات کا بہترین نسخہ عطا فرمادیا، دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام گناہوں کا تریاق ساتھ لائے۔ وہ تریاق یہ ہے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ﴾ (سورۃ الاعراف:۲۳)

ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور بہ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اللہ حکیم ہے نا۔ جب اس نے انسانوں کے اندر یہ چیزیں پیدا کی ہیں تو ان کا علاج بھی ساتھ بھیجا ہے۔ جب بیماری اس کے اندر ہے تو علاج بھی ساتھ بھیجا ہے۔ گناہ پیدا کیا ہے تو گناہ کا تریاق بھی ضرور پیدا کیا ہے۔

گناہ کی حقیقت

حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی، لیکن انہوں نے اعتراف کیا، گناہ کا اقرار کیا تو اللہ نے معاف فرما دیا۔ تو گناہ تو انسان کی طبیعت کے اندر ہے، اس کے اندر گناہ کا میلان ہے لیکن میرے عزیزو! جس طرح حق کی پہچان ضروری ہے، اسی طرح گناہ کی پہچان بھی ضروری ہے کہ گناہ کہتے کسے ہیں؟

گناہ کسے کہتے ہیں؟

''اللہ کی نافرمانی'' کو گناہ کہتے ہیں۔ آج کا بھولا انسان گناہ اسے سمجھتا ہے جسے لوگ غلط سمجھتے ہیں، آج کا یہ بھولا انسان گناہ اسے سمجھتا ہے جسے معاشرہ گناہ سمجھتا ہے، جسے سوسائٹی برا جانتی ہے۔

آپ نے صبح کے وقت کسی پارک میں دیکھا ہوگا کہ ایک خاتون چہل قدمی (Walk) کر رہی ہوگی، اس کے ہاتھ میں تسبیح بھی ہوگی، لیکن بے پردہ ہوگی۔ کیوں؟ اس لئے کہ بے پردہ ہونا معاشرے کے اندر برا نہیں رہا۔ مرد سود کی قسطیں لینے بھی جا رہا ہوگا اور ہاتھ میں تسبیح بھی ہوگی، اس لئے کہ سود لینا معاشرے کے اندر برا نہیں رہا۔ رفاہی کام بھی بہت اونچے اونچے کرے گا، لیکن سالہا سال گزر جانے کے باوجود اس نے لوگوں کی ادائیگیاں (Payments) روک رکھی ہوں گی۔ جھوٹ بھی اس کی عادت اور اس کا مزاج بن چکا ہوگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جھوٹ بولنا اور دوسرے کی حق تلفی کرنا اب اس معاشرے میں برا نہیں رہا۔ بظاہر اس کی حالت بہت دینداروں والی ہے مگر گھر کے اندر شرعی پردہ بھی نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ

معاشرے میں براجو نہیں سمجھا جاتا۔اس لئے عرض کررہا ہوں کہ گناہ کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے کہ گناہ کیا ہے؟ گناہ وہ نہیں جسے معاشرہ برا سمجھے،سوسائٹی برا سمجھے، جسے لوگ برا سمجھیں۔معاشرہ زنا کو برا سمجھتا ہے،غیبت کو برا نہیں سمجھتا جبکہ غیبت زنا سے زیادہ شدید گناہ ہے۔ارشادِ نبوی ہے:

﴿اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾ (مشکوٰۃ،باب الحفظ اللسان والغیبۃ والشتم،ص:۴۱۵)

غیبت زنا سے بہت زیادہ شدید(گناہ) ہے۔

گھر میں بیٹی ہے تو غیبت کررہی ہے، بیٹا ہے تو وہ بھی غیبت کررہا ہے۔ارے! یہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ذرا سوچئے! زنا کا تصور کیجئے !اس کی شدت کا احساس کیجئے !اس کی گندگی کا احساس کیجئے اور غور کیجئے کہ نبی ﷺ کی زبان کیا کہہ رہی ہے۔ ﴿اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے،لیکن چونکہ معاشرہ اسے برا نہیں سمجھتا اس لئے اسے گناہ تصور نہیں کیا جاتا۔بیٹی اگر گندگی کرتی ہے تو سب ہی پریشان ہوجاتے ہیں لیکن اگر وہ غیبت کرتی ہے تو کوئی پریشان نہیں ہوتا اس لئے کہ معاشرہ اسے برا نہیں سمجھتا۔

تو میرے عزیزو! گناہ کی حقیقت کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔گناہ کی حقیقت سمجھ آئے گی تو تب توبہ کی حقیقت نصیب ہوگی۔مسئلہ یہ ہے کہ آج میں اپنے آپ کو تائب سمجھتا ہوں لیکن میری زندگی میں بے شمار گناہ ایسے ہیں جنہیں میں نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے، اس لئے کہ میں نے گناہوں کی جو فہرست بنا رکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے گناہوں کی فہرست سے مختلف ہے ۔

میرے دوستو! گناہ وہ ہے جو ''اللہ کی نافرمانی'' کہلائے ،جس عمل سے رسول

کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ گناہ ہے، چاہے لوگ اسے اپنے معاشرے میں پسند کریں، چاہے سوسائٹی میں اس کا رواج کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہوجائے، چاہے اس گناہ کے کرنے والے کو لوگ بہت ہی اچھے القابات سے کیوں نہ پکاریں لیکن وہ گناہ، گناہ ہی رہے گا۔

گناہ کی مثال

گناہ کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی زہر پر مٹھاس لگا کر اسے نگل لے، بظاہر اوپر سے میٹھی، لیکن اندر سے زہر ہے، موت ہے۔ گناہ کرنے میں بھی بظاہر لذت ہے لیکن حقیقت میں روحانی موت ہے۔ گناہ کی حقیقت ایسی ہے جیسے ایک خارش زدہ شخص اپنے آپ کو کھجاتا ہے تو کھجانے میں اسے وقتی طور پر تو بڑا مزہ آتا ہے، لیکن اس کے بعد اس کھجائی ہوئی جگہ سے پیپ نکلتی ہے، زخم پڑ جاتے ہیں، جلن ہوتی ہے۔ یہی حال گناہ کا ہے کہ بظاہر تھوڑی دیر کی لذت ہے پھر بے چینی ڈیرے ڈال لیتی ہے، نیندیں اڑ جاتی ہیں، سکون ختم ہو جاتا ہے، راحت ختم ہو جاتی ہے، دل اچاٹ ہو جاتا ہے، زندگی کے لطف سے یہ شخص محروم ہو جاتا ہے۔ تو گناہ کی حقیقت کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ گناہ دراصل ''اللہ کی نافرمانی'' ہے۔

توبہ کی حقیقت

اب اس کے بعد توبہ کی نوبت آتی ہے، ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ﴾

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ هٰذِهٖ تَوْبَةُ الْكَذَّابِيْنَ ﴾ (احیاء العلوم الدین، جلد:۴، ص:۶۳)

یہ تو جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔

(جیسے ہم غیر محرم کو دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں اور کہہ رہے ہوتے ہیں: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰه﴾ یہ توبہ تو خود قابل توبہ ہے، ایسا استغفار تو خود قابلِ استغفار ہے۔) وہ دیہاتی سادہ تھا کہنے لگا: حضرت! آپ مجھے توبہ کی حقیقت بتا دیں، توبہ کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"توبہ کی حقیقت ہے ﴿ اَلنَّدَامَةُ ﴾ یعنی ندامت۔"

ایک مرتبہ ایک سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

"يا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا التَّوْبَةُ؟"

اے اللہ کے رسول! توبہ کیا ہے؟ (یعنی اس کی حقیقت کیا ہے؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلنَّدَامَةُ" (احیاء العلوم، جلد:۴، ص:۴۔)

ندامت۔ (یعنی توبہ کی حقیقت ندامت ہی ہے۔)

توبہ کا پہلا رکن یہ ہے کہ انسان کے اندر ندامت، شرمندگی اور احساسِ زیاں پیدا ہو جائے، اپنے ماضی پر ندامت اور شرمندگی ہو۔ یہ احساس ہو جائے کہ آج میں نے اپنے محسن کو کتنا ناراض کیا ہے۔ اس کی طرف سے نعمتوں کی برسات ہو رہی ہے اور میری طرف سے اس کا بدلہ نافرمانی کی صورت میں دیا جا رہا ہے۔ یہ ندامت و احساس پیدا ہو جائے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا آئے گا جس

کے گناہ بکثرت ہوں گے مگر وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوگا تو اللہ رب العزت صرف احساس ندامت کی وجہ سے اس کو جنت نصیب فرما دیں گے، اس لئے کہ ندامت مغفرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

توبہ کی شرائط

توبہ کرنے سے پہلے چند امور کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

✦ پہلی چیز میرے دوستو! یہ ہے کہ سچی ندامت پیدا ہو جائے، احساس زیاں پیدا ہو جائے کہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔

ندامت کا ایک انداز اللہ نے قرآن میں یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ﴾ (سورۃ التوبہ:۱۱۸)

اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہو گئیں (زندگی تنگ کر دی گئی) اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ سے پناہ (ملنا) اللہ کے (در) علاوہ کہیں اور ممکن نہیں ہے پھر اللہ ان پر مہربان ہوا تا کہ وہ توبہ کر سکیں۔

سبحان اللہ! ندامت کا اتنا غلبہ ہو کہ یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود بھی تنگ لگنے لگ جائے، طبیعت کے اندر سخت گرانی ہو جائے، طبیعت گھٹنے لگے۔ جب یہ کیفیت آ جاتی ہے تو پھر جو توبہ کی جاتی ہے اسے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتے ہیں۔

✦ دوسری چیز یہ ہے کہ فوراً فرائض کی ادائیگی شروع کر دی جائے۔ آج تک جو فرائض رہ گئے ہیں ان کی ادائیگی شروع کر دی جائے۔ کسی کے قرض کا فرض ہے، کسی کا مالی فرض ہے، نمازیں ہیں، روزے ہیں، زکوٰۃ نہیں دی، حج نہیں کیا، ان کی

ادائیگی شروع کردی جائے۔

✦ تیسری چیز حقوق کی ادائیگی ہے۔ جتنے حقوق ادا کرنا باقی ہیں (چاہے اللہ کے حقوق ہوں یا بندوں کے) ان کی ادائیگی شروع کردی جائے۔

✦ چوتھی چیز ہے مظلوم کا بدلہ (حق دار کو اس کا حق پہنچانا) کسی کی غیبت کی، کسی کا مال لیا، کسی کو تکلیف پہنچائی تو اس سے معافی مانگیں۔ اگر دنیا میں اس سے معافی مانگنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے دعائے خیر اور دعائے مغفرت کریں۔

✦ پانچویں چیز ہے عزم۔ یہ عزم ہونا چاہئے کہ آئندہ اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ دوبارہ گناہ کا ہو جانا اس عزم کے منافی نہیں ہے۔ اپنی طرف سے عزم کرے کہ آئندہ اللہ کی نافرمانی نہیں ہوگی۔

✦ چھٹی چیز یہ ہے کہ آج تک جیسے گناہوں کی لذت چکھی ہے اسی طرح اب فوراً ہی نیکیوں کی لذت چکھنا شروع کردے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہی ہے کہ

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (سورہ طٰہٰ: ۸۲)

اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور بھلا کام کرے، پھر راہ پر رہے۔ (یعنی توبہ کے بعد موت تک سیدھی راہ پر رہے۔)

اللہ بہت معاف کرتا ہے لیکن کسے؟ اللہ تعالیٰ کی معافی اس شخص کے لئے ہے جو توبہ کرنے کے بعد اعمال صالحہ کرنے لگے اور پوری زندگی سیدھی راہ پر چلنے کا عزم کر لے۔

تو میرے دوستو! یہ توبہ کی حقیقت ہے، اگر ان شرائط کے ساتھ توبہ کی جاتی ہے تو

پھر اللہ کی شانِ مغفرت جوش میں آتی ہے اور اللہ بندوں کے گناہ اور خطائیں معاف کردیتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ ﴾ (مشکوۃ، باب الاستغفار والتوبہ، ص:۲۰۷)

بے شک میری رحمت میرے غصے پر غالب آجاتی ہے۔

اللہ کی رحمت لامحدود ہے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاس چند قیدی عورتیں اور مرد لائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک عورت کا بچہ گم ہو جاتا ہے، وہ عورت اپنے بچے کی تلاش میں کبھی ادھر بھاگتی ہے، کبھی ادھر بھاگتی ہے، کبھی کسی کے بچے کو اٹھا کر اسے بوسہ دیتی ہے، کبھی کسی کے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتی ہے، پیار کرتی ہے، محبت کرتی ہے۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں: ''اے میرے صحابہ! کیا خیال ہے کہ یہ ماں اپنے بیٹے کو آگ میں ڈالنا گوارہ کرے گی؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں: ''اے اللہ کے رسول! کبھی نہیں۔'' آپ ﷺ فرماتے ہیں:

> ''اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کو سُو (۱۰۰) حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ دنیا میں بھیجا۔ اس ایک حصے میں تم ماں کی ممتا دیکھ رہے ہو، بہن بھائی کی محبت دیکھ رہے ہو، انسانوں اور حیوانوں کی محبت دیکھ رہے ہو، چھوٹے چھوٹے پرندے اپنے چونچ کے اندر میلوں دور سے غذا لا کر خود نہیں کھاتے مگر اپنے بچوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ سب کرشمہ ہے اللہ کی اس رحمت کا، جس کا ایک حصہ اللہ نے اس دنیا میں بھیجا ہے جبکہ ننانوے فیصد خود اللہ کے پاس ہے۔ تو اللہ اپنے بندے کو جہنم میں ڈالنا کیسے گوارا کرے گا؟''

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے کہ

﴿ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ﴾ (سورہ طٰہٰ:۸۲)

اور میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور پھر (اسی) راہ پر قائم (بھی) رہیں۔

ایک موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ واقعہ بیان فرمایا:

''ایک آدمی صحرا میں جا رہا تھا، ساتھ میں سواری تھی جس پر زادِ راہ بھی رکھا ہوا تھا۔ راستے میں ستانے کے لئے تھوڑی دیر لیٹ گیا، اسی اثنا میں اس کی آنکھ لگ گئی اور اس کی سواری اس سے گم ہوگئی۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ سواری ندارد۔ سواری کو تلاش کیا لیکن بہت تلاش بسیار کے بعد بھی نہ ملی، مایوس ہو کر بیٹھ گیا اور زندگی کے بقیہ سانس گننے لگا کہ اب تو موت ہی آئے گی اس لئے کہ زادِ راہ اور سواری تو کھو گئی ہے اور یہ بے سروسامان تنہائی کے عالم میں صحرا میں بیٹھا ہے۔ اسی بے بسی کی حالت میں بیٹھا تھا کہ اچانک سامنے سے اس کی سواری بمع زادِ راہ آ گئی۔ (یہ فرما کر حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا:) بتاؤ! اس مسافر کو کتنی خوشی ہوئی ہو گی؟ (اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ) اس مسافر کو جتنی خوشی ہوئی ہوگی، اللہ کو اپنے گنہگار بندے کی سچی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔'' (مسلم، کتاب التوبۃ، جلد۲، ص۳۵۴)

اللہ سے معافی مانگنے کے عمل کو زندگی میں اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے رسول ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ'' (ترمذی، باب الدعوات، ج۲، ص۱۹۱)

اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، کرم کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے۔

گویا اللہ کا مزاج ہی یہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر اللہ کا مزاج کون جانتا

ہے؟ اللہ کا مزاج یہی ہے کہ بندہ مجھ سے معافیاں مانگتا رہے۔ اگر بندہ اللہ سے معافی مانگتا رہے تو اللہ تعالیٰ صرف معاف ہی نہیں کرتے بلکہ کرم بھی فرماتے ہیں اس لئے کہ کریم وہ ہوتا ہے جو نا اہل شخص سے بھی درگزر والا معاملہ کرے۔ مانا کہ اس نے بہت گناہ کئے ہیں لیکن چونکہ ندامت کے ساتھ میرے در پر آیا ہے اس لئے میں نے اسے معاف کر دیا تو توبہ اگر حقیقت کے ساتھ ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت جوش میں آئے گی اور اللہ تعالیٰ کرم کا معاملہ فرما کر خطا کار بندے کو معاف کر دیں گے۔

توبہ کے لوازمات

توبہ کے معاملے میں دو باتیں ملحوظِ خاطر رہیں۔

❖ پہلی بات تو یہ ہے کہ توبہ اخلاص کے ساتھ ہو۔ ایک بندے نے گناہ کرنے اس لئے چھوڑ دیئے کہ ڈاکٹر نے کہا تھا: ''اگر تم شراب پیو گے تو گردہ خراب ہو جائے گا۔'' اب یہ بندہ گناہ سے تو بچا لیکن اسے توبہ کی برکات نصیب نہیں ہوئیں یا گناہ سے اس لئے بچا کہ لوگ ایسا ویسا کہیں گے، لہٰذا گناہ سے تو بچ گیا لیکن توبہ کی برکات سے محروم ہو گیا۔ توبہ کی برکات اسے نصیب ہوں گی جو اللہ کے خوف سے، آخرت کی پکڑ کے خوف سے، نعمتوں کے چھن جانے کے خوف سے اور اللہ کی ناراضگی کے خوف سے گناہ چھوڑے گا۔ اس بنا پر اخلاص کے ساتھ توبہ کرے گا تو تب اسے توبہ کی برکات نصیب ہوں گی۔

❖ دوسری بات یہ ہے کہ توبہ میں تاخیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّي تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰئِكَ

اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿ (سورۃ النساء:۱۸)

اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کے لئے جن کو حالتِ کفر پر موت آ جاتی ہے۔ان لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ

”اِنَّ اللّٰهَ يَقۡبَلُ تَوۡبَةَ الۡعَبۡدِ مَا لَمۡ يُغَرۡ غِرۡ “ (ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، ص۳۱۴)

بے شک اللہ تعالیٰ موت کے وقت سے پہلے تک بندے کی توبہ قبول کرتے ہیں۔

موت آنے سے پہلے توبہ کرلو ورنہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس لئے اس بات کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ توبہ میں تاخیر نہ ہو، اور دوسرا اس بات کا بھی لحاظ ہو کہ توبہ خالص اللہ کے لئے ہو۔اگر ان چیزوں کا لحاظ رکھا جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ توبہ کی برکات نصیب فرمائیں گے۔

توبہ کیسے کریں؟

جب بندہ توبہ کرے تو اس ترتیب سے توبہ کرے۔سب سے پہلے کفر و شرک سے توبہ کرے اور توبہ کرنے میں جلدی کرے۔ایک بات ذہن میں رکھیں کہ بسا اوقات آدمی توبہ میں تاخیر کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں توبہ کرلوں گا لیکن یہ صرف شیطان کا دھوکہ ہے کہ آج نہیں کل توبہ کر لینا آج مزے کرلو، کل کی کل دیکھی جائے گی۔میرے دوستو! آپ جانتے ہیں کہ اگر درخت آج لگایا جائے تو اسے اکھاڑنا آسان ہے، لیکن اگر درخت کی جڑیں گہری ہو جائیں تو

پھر اسے اکھاڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح آج اگر جلدی توبہ کرلی تو توبہ آسان ہوگی اور اگر آج گناہوں سے توبہ نہ کی تو کل توبہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

توبہ کی ترتیب

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

توبہ اس ترتیب سے کی جائے کہ سب سے پہلے کفر اور شرک سے توبہ کی جائے، اس کے بعد جو ہمارا رواجی ایمان اور رواجی اسلام ہے اس سے توبہ کی جائے۔ (رواجی اسلام کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک خاتون کی پیدائش مسلمان گھرانے میں ہوئی ہے مگر اسے معلوم نہیں ہے کہ اسلام کے تقاضے کیا ہیں؟ اسلام مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ اور مختلف امور و معاملات میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ اس رواجی اسلام سے توبہ کریں اور عقلی اور شعوری طور پر اسلام لے کر آئیں۔) تیسرے نمبر پر کبائر (یعنی کبیرہ گناہوں) سے توبہ کی جائے اور چوتھے نمبر پر صغائر (یعنی صغیرہ گناہوں) سے توبہ کی جائے۔ (احیاء العلوم، جلد۴، ص۵،۴)

میرے دوستو! بسا اوقات کبائر سے توبہ تو ہو جاتی ہے لیکن صغائر سے توبہ نہیں ہوتی اور دونوں کے نتائج ایک جیسے ہی ہوتے ہیں اگرچہ نتائج میں بعض اوقات کچھ تاخیر بھی ہو جاتی ہے، جیسا کہ کسی جگہ آگ کے شعلے اٹھ رہے ہوں تو ان کا بجھانا ضروری ہے کیوں کہ وہ نقصان کرتے ہیں۔ ایسے ہی اگر گناہ کا انگارہ جہاں کہیں بھی ہو تو اس کا بجھانا ضروری ہے اس لئے کہ انجام کار اس کا بھی وہی ہوگا جو پہلی آگ کا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ جب صغائر پر اصرار ہوتا ہے تو وہ صغیرہ، صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے، تو جس طرح کبائر سے توبہ ضروری ہے، ایسے ہی صغائر سے بھی توبہ ضروری ہے اس

لئے کہ (انجام کار) دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔

باطنی گناہوں سے توبہ

جس طرح ظاہری گناہوں سے توبہ ضروری ہے اسی طرح باطنی گناہوں سے بھی توبہ ضروری ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ

﴿ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ﴾ (سورۃ الانعام:١٢٠)

اور تم ظاہری اور باطنی (دونوں) گناہوں کو چھوڑ دو۔

ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہوں کو چھوڑ دو اور توبہ کرلو۔ کینہ سے، بغض سے، حسد سے، ظاہری گناہوں سے بھی توبہ ہو، باطنی گناہوں سے بھی توبہ ہو۔ جب اس شان سے توبہ ہوتی ہے تو آدمی توبہ قبول ہو جانے کے بعد ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

" اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ " (مشکوٰۃ، باب الاستغفار والتوبہ، ص:٢٠٦)

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن ایک بندہ اللہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہ گنوائیں گے تو وہ گھبرا جائے گا کہ میری ہلاکت میں تو کوئی شک نہیں (لیکن چونکہ یہ بندہ دنیا کے اندر توبہ کرتا رہتا تھا اس بنا پر) اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ جا! میں نے تیرے سارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔"

جب توبہ اپنی حقیقت سے ہوتی ہے تو اللہ پاک گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاُوْلٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ﴾ (سورۃ الفرقان:۷۰)

تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گزشتہ گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔

شیطانی وسوسے

میرے دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ توبہ اپنی حقیقت کے ساتھ ہو، اس لئے کہ شیطان دل میں بہت سے وسوسے ڈالتا ہے۔

ایک وسوسہ تو یہ ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے ہیں، توبہ کرنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے ہیں وہ معاف کرہی دیں گے۔

میرے دوستو! اللہ یقیناً بہت معاف کرنے والے ہیں تو اللہ بہت رزق دینے والے بھی تو ہیں تو جس طریقے سے معافی کا مطلب ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ معافی کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تو پھر ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کمانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، بس ہم گھر بیٹھ جائیں اور اللہ رزق خود ہی گھروں تک پہنچادیں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت رزق دینے والے ہیں لیکن اس کے لئے ہاتھ پاؤں کوحرکت دینی پڑتی ہے تب اللہ کی صفت رزاقیت وجود میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بہت معاف کرنے والے ہیں لیکن اس کے لئے تائب ہونا پڑتا ہے، ندامت اختیار کرنی پڑتی ہے، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا پڑتا ہے، گناہوں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

دوسرا وسوسہ شیطان یہ ڈالتا ہے کہ بسا اوقات آدمی کو ناامید کردیتا ہے کہ تو نے تو بہت گناہ کیے ہیں، تیرے گناہ تو لاتعداد ہیں، کیسے معاف ہوں گے؟ اس وسوسے کے

علاج کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾

(سورۃ الزمر:۵۳)

اے نبی! آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے مایوسی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ چاہے کتنے بھی گناہ کئے ہوں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر تو دیکھیں کہ وہ کتنی جلدی معاف کر دیتے ہیں۔

بسا اوقات شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ آج توبہ کریں گے، کل پھر گناہ ہو جائے گا اس لئے توبہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو میرے دوستو! پھر تو یہ ایسا ہی ہے کہ ایک بیمار بندہ یہ کہہ دے کہ میں کل پھر بیمار ہو جاؤں گا، اس لئے مجھے آج علاج کروانے کی ضرورت نہیں لیکن کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہتا یا بھوکا بندہ یہ کہے کہ شام کو پھر بھوک لگ جائے گی اس لئے صبح کھانے کی ضرورت نہیں۔ اس وسوسے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی توبہ کر لیجئے پھر اگر دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کر لیجئے گا، پھر ہو جائے تو پھر توبہ کر لیجئے گا۔ اس طرح بار بار توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

" اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ "

(مشکوۃ، باب الاستغفار والتوبۃ، ص ۲۰۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتے ہیں جو (بار بار) گناہوں کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر (بار بار) توبہ کرتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ بار بار توبہ کرنے والے بندے سے بہت محبت کرتے ہیں۔

"اَلْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ" کا مطلب ہے بار بار گناہ کے فتنے میں مبتلا ہو کر بار بار معافی مانگنے والا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بار بار معاف کرتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ (بار بار) توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "تَائِبِيْنَ" کا لفظ ارشاد نہیں فرمایا بلکہ اس کی جگہ "تَوَّابِيْنَ" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جس کا مطلب ہے وہ لوگ جو بار بار توبہ کرتے ہیں۔ پاؤں پھسلا، معافی مانگی، قدم لڑکھڑایا پھر معافی مانگی۔ تو یہ سارے شیطان کے وسوسے ہیں کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی صفت غفوریت کو سامنے رکھ کر گناہ کرواتا ہے، بسا اوقات مایوس کر دیتا ہے، بسا اوقات توبہ کے آئندہ ٹوٹ جانے کے اندیشے سامنے لاتا ہے۔ آپ ان سب خیالات، وسوسوں کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے ساتھ توبہ کیجئے۔

توبہ کا طریقہ کیا ہے؟

سب سے پہلے تو ندامت کے ساتھ ساتھ ان تمام امور کی رعایت ضرور رکھیں جو پیچھے بیان کئے جا چکے ہیں اور ان کے بعد اہتمام کے ساتھ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ کی نیت کریں۔ بہتر یہ ہے کہ غسل بھی کر لیں، نئے کپڑے بھی پہن لیں، خوشبو بھی لگا لیں، پھر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھیں اور یقین رکھیں کہ اللہ رب العزت نے آپ کے سارے گناہ نہ صرف معاف کر دیئے ہیں بلکہ نامہ اعمال سے بھی مٹا دیئے ہیں اور اگر

توبہ اعلیٰ درجے کی ہوگی تو یقین رکھئے کہ اللہ رب العزت اس کی بدولت گناہوں کو نیکیوں سے بھی بدل دیں گے۔

توبہ پر استقامت کے نسخے

گناہوں سے تائب ہو جانے کے بعد اس پر استقامت کے تین نسخے ہیں۔

- پہلی چیز یہ ہے کہ اچھی صحبت اختیار کی جائے تاکہ بار بار توبہ پر استقامت ملتی رہے۔ حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ توبہ شکنی (توبہ ٹوٹنے) کی وجہ سے آدمی کو ڈرنا اور مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ استقامت کے ساتھ توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ جیسے بعض لوگوں کو تہجد پر استقامت ملتی ہے، بعض لوگوں کو اشراق اور دیگر نوافل پر استقامت ملتی ہے، بعض لوگوں کو مختلف عبادات پر استقامت ملتی ہے۔ جسے اللہ رب العزت نے توبہ والی عبادت پر استقامت نصیب فرما دی ہے، یہ بھی کل قیامت میں استقامت والوں میں اٹھایا جائے گا لیکن توبہ پر استقامت مل جائے اس کے لئے پہلی شرط ''اچھی صحبت'' ہے۔

اور سچ کہہ رہا ہوں جب تک آدمی دین نہیں سیکھتا یا کسی اللہ والے کی صحبت اختیار نہیں کرتا تب تک اسے گناہوں کی فہرست ہی نظر نہیں آتی، وہ خود ساختہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے، باقی تمام گناہوں کی پوری فہرست اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے تو جب گناہوں کی فہرست ہی نگاہوں سے اوجھل ہوگی تو توبہ کیسے کرے گا؟ غلطی ہو جائے گی، گناہ ہو جائے گا۔ صرف اچھی صحبت ہی ایسی چیز ہے جس کی کی برکت سے توبہ پر استقامت مل سکتی ہے اس لئے کہ اچھی صحبت سے اس کا احساس بیدار رہے گا۔

● دوسری چیز میرے دوستو ''قیام اللیل'' ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلاً ﴾ (سورۃ المزمل:٦)

بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

رات کی تہجد کی برکت سے اللہ رب العزت اسے توبہ پر استقامت نصیب فرمائیں گے، جسے اللہ یہ توفیق فرمادے وہ خود محسوس کرے گا کہ آج اس کا دن کتنا پاکیزہ گزرا، گندگیوں سے کتنا پاک گزرا۔

● تیسری چیز یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا جائے۔اصل میں بندہ اللہ کی نافرمانی اس لئے کرتا ہے کہ اس کے دل ودماغ سے اللہ کی یاد، اللہ کی عظمت، اللہ کی بڑائی اوجھل ہوتی ہے، ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی یہ دیکھ رہا ہو کہ اس کی ماں دیکھ رہی ہے یا اس کا باپ دیکھ رہا ہے اور وہ گناہ کی ہمت وجرأت کرے۔جب ایک آدمی کا یہ احساس بیدار ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو وہ گناہ کرنے پر کیسے جرأت کرے گا؟ تو جب بندہ کثرت کے ساتھ اللہ کی تسبیح وتحمید کرتا ہے، اسے یاد کرتا ہے، تو پھر اللہ رب العزت اسے گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

تو توبہ پر استقامت کے لئے یہ تین چیزیں ہیں:

(۱) صحبت ٹھیک ہو، (۲) قیام اللیل کا اہتمام ہو اور (۳) کثرت کے ساتھ ذکر ہو۔

اس ذکر میں قرآن کی تلاوت بھی ہے، درود شریف بھی ہے، استغفار بھی ہے اور دوسرے اذکار بھی شامل ہیں۔(اگر کسی صاحب نسبت سے تعلق ہے تو اس کے بتائے ہوئے اذکار کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔)

توبہ کرنے والوں کی اقسام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کرنے والوں کی چار اقسام بتائی ہیں، ہم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ان چار قسموں میں تلاش کر لے:

❖ ایک توبہ کرنے والے وہ ہوتے ہیں جو توبۃ نصوحا (یعنی پکی پکی توبہ) کرتے ہیں، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

❖ دوسرے لوگ وہ ہوتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں سے توبہ تو کر لیتے ہیں مگر چھوٹے چھوٹے گناہ بغیر ان کے ارادے کے ہو ہی جاتے ہیں، بغیر منصوبہ بندی کے ان سے ہو ہی جاتے ہیں، کبھی کبھی پھسل جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ (سورۃ النجم:۳۲)

وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ مگر ہلکے ہلکے گناہ۔

تو یہ لوگ بھی وہ ہیں جن کی زندگی میں خیر غالب اور شر مغلوب ہے، ان کی عاقبت کے اچھا ہونے کی قوی امید ہے۔

❖ تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں نیکیاں تو ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی بغیر منصوبہ بندی کے ان سے بڑے بڑے گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن یہ ان بڑے گناہوں پر قائم نہیں رہتے بلکہ فوراً ہی معافی مانگ لیتے ہیں اور نادم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ﴾
(سورۃ التوبۃ:۱۰۲)

اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خطاؤں کا اقرار کیا، انہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ اچھے اور کچھ برے۔

یہ لوگ بھی وہ ہیں جن کی زندگی میں خیر غالب اور شر مغلوب ہے، ان کی عاقبت کے بھی خیر (اچھا) ہونے کی پوری امید ہے۔

❖ چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں گناہ ہوئے ہیں اور غفلت کے ساتھ نہیں ہوئے ہیں بلکہ منصوبہ بندی کے ساتھ ہوئے ہیں، انہوں نے اہتمام کے ساتھ گناہ کی زندگی اختیار کی ہوئی ہے۔ ان کی زندگی میں خیر مغلوب اور شر غالب ہے، ان کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں مرنے سے پہلے ان کا ایمان سلب نہ ہو جائے اس لئے کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کے بار بار کرنے سے اللہ رب العزت ایمان کی دولت سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ (احیاء العلوم، جلد:۴، ص:۵۷ تا ۶۱)

تو دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت ہمیں تَوْبَةً نَّصُوْحًا نصیب فرمادے تا کہ اس کے دربار میں جا کر ہمیں مایوسی نہ ہو۔

اللہ بہت غفور ورحیم ہے

اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں معافی مانگنے والوں کو معاف کر دیتا ہے چاہے انہوں نے پوری زندگی گناہوں میں ہی کیوں نہ گزاری ہو مگر یہ بات واضح رہے کہ یہ معافی مانگنا آخری وقت میں نہ ہو بلکہ آخری وقت آنے اور مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے ہو۔ کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی پوری زندگی گناہوں میں

گزر گئی، بڑھاپے میں آ کر اسے ندامت ہوئی اور وہ معافی مانگنے کا ارادہ لے کر لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اللہ کے دربار میں آیا اور عرض کیا:

''مولائے کریم! اس حال میں آیا ہوں کہ میری کمر جھک گئی ہے، جیب خالی ہوگئی ہے، دوستوں نے ساتھ چھوڑ دیا ہے، بیوی بھی داغِ فراق دے چکی ہے اور اپنوں نے بھی نظریں پھیر لی ہیں۔ مولائے کریم! میرے دامن میں ایک بھی نیکی نہیں، زندگی کے سالہا سال یوں ہی گناہوں اور تیری نافرمانیوں میں گزار دیئے ہیں لیکن اب دل شکستگی کے ساتھ تیرے در پر آیا ہوں اور تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔''

یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

''جاؤ اس بندے سے کہہ دو کہ اے میرے بندے! تیرے آنے میں دیر ہوسکتی ہے میرے معاف کرنے میں دیر نہیں ہوسکتی۔''

تو اللہ کی یہ شان ہے، وہ تو کریم ہے، وہ تو رحیم ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مومن بندہ جو گناہگار ہو، ان عزائم کے ساتھ مکمل ندامت کے ساتھ اللہ کے دربار میں آئے اور یوں کہے:

اِلٰھِیْ عَبْدُکَ الْعَاصِیْ أَتَاکَ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاکَ
فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ أَھْلٌ لِذَاکَ وَاِلَّا فَمَنْ یَغْفِرْ سِوَاکَ

اے اللہ! تیرے در پر حاضر ہوں، اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہا ہوں، اقراری مجرم ہوں، اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل بھی ہیں۔ اگر آپ معاف نہیں کریں گے تو آپ کے سوا کون معاف کرے گا؟ (کس کے در پر جاؤں گا؟)

تو اللہ پھر اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے اس بندے پر کھول دیں گے، لیکن شرط یہ ہے کہ توبہ سچی اور اعلیٰ ہو۔

گناہوں کی مثال

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضور ﷺ ایک نہر کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک چڑیا زمین سے اپنی چونچ کے ذریعے مٹی اٹھا کر نہر میں ڈال رہی ہے۔ اس نے ایک مرتبہ ایسا کیا، دوبارہ ایسا کیا، حضور ﷺ کو بڑی حیرانگی ہوئی۔ اتنے میں جبرائیل امین آئے اور فرمایا:

> ''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ساری مخلوق کے گناہوں کی مثال اس چڑیا کی چونچ کے اندر مٹی جیسی ہے اور میری رحمت کے دریا کی مثال اس نہر جیسی ہے۔ اگر آپ کی امت کے گناہ گار بندے توبہ کرلیں گے تو میری رحمت کے دریا ان گناہوں بہا کر لے جائیں گے۔''

سچی توبہ کیجئے

اس لئے میرے دوستو! جب رب اتنا کریم ہے تو پھر گناہوں والی زندگی اچھی نہیں، پھر تو اللہ کے سامنے سچی توبہ کرنی چاہیئے اور سارے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے، ظاہری بھی، باطنی بھی، سارے گناہوں سے اور جو بندہ ایسا کرے گا وہ فوراً ہی اس کا بدلہ پائے گا جیسے ایک بچے کی ماں اگر اپنے بچے سے ناراض ہوجائے اور وہ بچہ ماں سے کہے کہ: ''اماں! مجھے معاف کردو۔'' اور ماں اسے سینے سے لگالے تو اس کا غمزدہ دل فوراً سکون سے بھر جاتا ہے، اس کی پریشانی سکون سے بدل جاتی ہے۔

اللہ کی قسم! اگر کوئی سچی توبہ کرے گا تو دیر نہیں لگے گی۔ اللہ تعالیٰ اسے فوراً ہی نقد بدلہ عطا فرمائیں گے، اس کے دل کی کیفیت بدل جائے گی، اس کی پریشانی سکون سے بدل جائے گی، اس کی بے چینی راحت سے بدل جائے گی۔ یہی اس بات کی

علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی ہے۔

آخری گزارش

میرے عزیزو! اس لئے ضروری ہے کہ بہت اہتمام کے ساتھ ان تمام گناہوں (ایک تو وہ گناہ جو ہماری فہرست میں ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی فہرست میں ہیں) کو سامنے رکھ کر سارے گناہوں سے توبہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔

(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.